السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

Date:

مفتی صاحب جمعہ کے بارے میں مسئلہ دریافت کرنا تھا کہ ہمارے گاؤں کی آبادی تقریباً 80-90 گھروں پر مشتمل ہے اور وہ کنگن پور شہر سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اسکے اندر تین دکانیں ہیں کریانہ کی سکول بھی نہیں ہے اور ہسپتال بھی نہیں ہے کپڑے کی بھی دکان اور نہ ہی موتی وغیرہ کی کوئی دکان ہے لیکن ہمارے گاؤں کے قریب جتنے گاؤں ہیں انکے اندر جمعہ کی نماز ہو رہی ہے اس لیے ہمارے گاؤں کے لوگ بھی چاہتے ہیں کہ ہم اپنی مسجد میں جمعہ کی نماز شروع کریں شہر دور ہونے کی وجہ سے لوگ جمعہ کی نماز بھی ادا نہیں کرتے اس لیے یہ پوچھنا تھا کہ اُدھر جمعہ کی نماز شروع کرنی چاہیے کہ نہیں جمعہ کی نماز ہوگی کہ نہیں ہوگی اسکی وضاحت کر دی جائے جزاک اللہ خیرا

اور یہ بستی کنگن پور شہر سے علیحدہ ہے

والسلام

فون نمبر 03066547963

محمد ساجد

Tarak

شاہد

قمر الدین

[stamp: دار الافتاء ... 27/5 ... 3/1/23 ...]
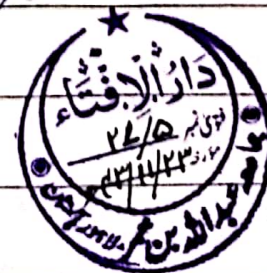
Daar-UL-Iftaa
Jamia Abdullah Bin Umar
23km Ferozpur Road Near Kahna
Nou
Lahore Pakistan

دارالافتاء
جامعہ عبداللہ بن عمر
۲۳ کلو میٹر فیروز پور روڈ نزد کاہنہ نو، لاہور پاکستان
۰۳۳۲-۸۲۹۱۲۲۱ ، ۰۴۲-۳۵۲۷۴۲۷۰

فتویٰ نمبر: ۲۷/۵

تاریخ ہجری: ۲۷/۱۱/۱۴۴۳ھ
تاریخ عیسوی: ۲۷/۶/۲۰۲۲ء

الجواب حامدًا ومصلیًا

سؤال میں بتائی گئی تفصیل کے مطابق یہ بستی، کنگن پور شہر سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر ہے اور کنگن پور شہر کا حصہ نہیں سمجھی جاتی، بلکہ اس سے الگ مستقل آبادی ہے۔ اور اسکے جو حالات سؤال میں ذکر کیے گئے ہیں ان کی رو سے یہ بستی شہر سے الگ ایک گاؤں ہے۔ چونکہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا، لہذا اس بستی میں جمعہ درست نہیں، بلکہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز ہی فرض ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ جمعہ مکہ میں فرض ہوا تھا، لیکن وہاں کافروں کے زور کی وجہ سے ادا نہ کیا جاسکا۔ پھر آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور قباء میں بنی عمرو بن عوف میں چودہ دن قیام فرمایا اور وہاں جمعہ نہیں پڑھا، اور نہ دوسروں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ایسے ہی حجۃ الوداع کے موقع پر جمعہ کے دن عرفات میں بھی آپ ﷺ نے جمعہ ادا نہیں فرمایا اور نہ دوسروں کو اس کا حکم دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں، ورنہ آپ ﷺ وہاں جمعہ ضرور ادا فرماتے یا دوسروں کو حکم دیتے۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: جمعہ اور عید نہیں ہوتی مگر شہر میں۔ اور یہ بات چونکہ اپنے اجتہاد سے نہیں کہی جاسکتی، لہذا یہ ایسے ہی ہے گویا رسول اللہ ﷺ کا اپنا ارشاد ہے۔ نیز حدیث میں ہے کہ لوگ اپنے گھروں اور عوالی (بالائی گاؤں) سے باری باری جمعہ کے لیے آتے تھے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا۔ ورنہ عوالی کے لوگوں کو وہیں جمعہ ادا کرنے کا حکم ہوتا۔ (ماخذہ: فتاویٰ خلیلیہ: ۱/۱۱۹ – ۱۲۲، اعلاء السنن: ۸/۳۳ – ۳۵، فتاویٰ محمودیہ: ۸/۱۲۶ – ۱۲۹، ط: فاروقیہ)

جمعہ کے لیے ضروری ہے کہ مصر (شہر) ہو، یا فنائے مصر (شہر کے مضافات) ہو، یا قریہ کبیرہ (قصبہ) ہو۔ (مصر اسے کہتے ہیں کہ جہاں تین چار ہزار کی آبادی ہو، اور بازار متصل ہو، جس میں ضروریات روزمرہ سب دستیاب ہوتی ہوں اور اس آبادی کے متعلق اس کے توابع کچھ دیہات بھی ہوں۔ امداد الاحکام: ۱/۷۷۰، ۱۰ شوال ۴۶ھ) اور فنائے مصر وہ مقام ہے جو شہر سے باہر مگر متصل ہو اور شہر کی بعض ضروریات اس مقام سے حاصل ہوتی ہوں، جیسے قبرستان، گھڑ دوڑ کا میدان وغیرہ۔ (ماخذہ: کفایت المفتی: ۳/۲۳۱) قریہ کبیرہ اُسے کہتے ہیں کہ جس کی آبادی مصر کی سی ہو اور اس میں حاکم بھی ہو۔ (ماخذہ: امداد الفتاوی: ۱/۴۱۶) فنائے مصر اور قریہ کبیرہ، مصر کے حکم میں ہیں۔

في المصنف لعبد الرزاق : كتاب الجمعة ، باب القرى الصغار ،١٦٧/٣، ٥١٧٥/ الأعظمي

عن علي ﷺ قال: «لا جمعة ولا تشريق إلا في مصر جامع»

قال ابن حجر في الدراية :٢١٤/١ : وإسناده صحيح .

وفيه : ١٦٨/٣ ، ٥١٧٩/ الأعظمي

عن ابن جريج قال: قلت لعطاء: ما القرية الجامعة؟ قال: ذات الجماعة، والأمير، والقصاص، والدور المجتمعة غير المفترقة، الآخذ بعضها ببعض كهيئة جدة قال: والقصاص قال: فجدة جامعة والطائف قال: وإذا كنت في قرية جامعة فنودي للصلاة من يوم الجمعة، فحق عليك أن تشهدها إن سمعت الأذان أو لم تسمعه .

وفي صحيح البخاري : كتاب الجمعة ، باب من أين تؤتى الجمعة، وعلى من تجب ، ٦/٢ ، ٩٠٢/فؤاد

عن عائشة ﷺ، زوج النبي ﷺ، قالت: كان الناس ينتابون يوم الجمعة من منازلهم والعوالي.

وفي فيض الباري مع البدر الساري : ٤٢٦/٢

ومن ههنا فأدرك السر في اختلافهم في إقامة الجمعات في القرى مع كونها من متواترات الدين وذلك لأن الأمراء إذ ذاك كانوا في الأمصار وكان الناس مجتهدين في العمل فكانوا يصلونها مع الأمراء ولا يتخلفون عنها . فلما ظهر التواني في الأحكام ولم يرغب الناس في أدائها في الأمصار وجلسوا في قراهم ظهر الخلاف : فذهب ذاهب إلى أن عدم أداء السلف في القرى كان مبنيا على نفيها في القرى ، وذهب آخرون إلى أن ذهابهم إلى الأمصار كان لحوائجهم على عادة أهل البوادي وإن كانت الجمعة جائزة بقراهم أيضا ، وهما نظران للأئمة رحمهم الله تعالى.

انتهى . وهذا تحقيق منشأ الخلاف بين المجتهدين في الجمعة في القرى

وفي فتح القدير للشيخ ابن الهمام : ٥١/٢

والقاطع للشغب أن قوله تعالى {فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ} [الجمعة: ٩] ليس على إطلاقه اتفاقا بين الأمة إذ لا يجوز إقامتها في البراري إجماعا ولا في كل قرية عنده، بل بشرط أن لا يظعن أهلها عنها صيفا ولا شتاء، فكان خصوص المكان مرادا فيها إجماعا، فقدر القرية الخاصة وقدرنا المصر وهو أولى لحديث علي - ﷺ -، وهو لو عورض بفعل غيره كان علي - ﷺ - مقدما عليه، فكيف ولم يتحقق معارضة ما ذكرنا إياه، ولهذا لم ينقل عن الصحابة أنهم حين فتحوا البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع إلا في الأمصار دون القرى، ولو كان لنقل ولو آحادا . انتهى . فتعامل الصحابة ﷺ يرجح عدم جواز الجمعة في القرى .

احسن القری فی توضیح اوثق العری: ص ۱۲۱، ۱۲۲

قریہ کے معنی اصل میں بستی اور آبادی کے ہیں، شہر ہو یا گاؤں۔ چھوٹی بستی یعنی گاؤں کے ساتھ اس کو مخصوص سمجھنا اور قریہ کے حقیقی معنی گاؤں کے لینے بالکل لغت عرب کے خلاف ہے ----- البتہ یہ بات مسلم ہے کہ استعمال متاخر واصطلاح متجددمیں قریہ کا اطلاق قری صغیرہ یعنی گاؤں کے ساتھ مخصوص ومشہور ہو گیا ہے۔

کتاب النوازل:۷/۴۹۲، شہر کے متصلہ مقامات کو کن شرطوں کے ساتھ بحکم شہر مانا جاسکتا ہے؟

شہر کے آس پاس کے مقامات درج ذیل تین وجوہات کی وجہ سے شہر کے حکم میں لائے جاسکتے ہیں:

الف:- وہ مقامات شہر سے اتنے متصل ہو جائیں کہ ان میں اور شہر میں کوئی خاص فاصلہ نہ رہے اور یہ فاصلہ شہر کے بڑے اور چھوٹے ہونے کے اعتبار سے مختلف ہو سکتا ہے لہٰذا اس میں کوئی تحدید نہ کرنے کے بجائے عرف کا اعتبار کیا جائے گا یعنی اگر شہر والے ان مقامات کو شہر میں داخل ماننے لگیں تو وہ داخل سمجھے جائیں گے اور اگر داخل نہ مانیں تو وہ شہر کے تابع نہ ہوں گے۔

ب:- قریبی مقامات سے اگر مذکورہ شہر کی مصالح وابستہ ہوں مثلاً فوجی چھاؤنی، یا عید گاہ وغیرہ تو ان مقامات کو فنائے شہر میں داخل مانا جائے گا گو کہ ان میں کچھ فاصلہ بھی ہو، یہ فاصلہ مانع نہیں بنے گا۔

ج:- اگر حکومت کی طرف سے کسی قریبی مقام کو شہر کے ماتحت کر دیا جائے تو یہ سرکاری حکم بھی اس مقام کو شہر کے تابع بنانے میں موئثر ہو گا اس لئے کہ مصالح مرسلہ میں حکم حاکم رافع اختلاف اور نافذ ہوتا ہے۔

امداد الاحکام:۱/۷۶۳

فقہاء کا یہ مطلب نہیں کہ مصریت وقرویت کا مدار محض عرف عام ورائے اہل عرف پر ہے، بلکہ اس کے لیے ان کے نزدیک معیار شرعی ضرور ہے، جس کو وہ مختلف عبارات سے اس لیے بیان کرتے ہیں کہ اختلاف زمان سے اس معیار کا مصداق مختلف ہو جاتا ہے۔ پس اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اصل معیار مصر تو مکہ ومدینہ کی حالت موجودہ فی زمن النبی ﷺ ہے۔ اور اس معیار کی احسن تفسیر وہ ہے جو امام صاحب رحمۃ اللہ سے خود منقول ہے۔ اور آج کل اس تعریف کا مصداق ہندوستان میں ہمارے نزدیک ہر وہ موضع ہے جس کی آبادی قریب چار ہزار کے ہو یا اس سے زیادہ اور وہاں ایسا بازار موجود ہو جس میں تیس چالیس دوکانیں متصل یک جا ہوں (کہ بازار اسی کا نام ہے۔ متفرق دوکانوں کو جن میں فصل کثیر ہو بازار نہیں کہا جاتا)۔ اور اس بازار میں ضروریات روزمرہ دستیاب ہوتی ہوں کہ پارچہ کی دکان بھی ہو، جوتہ کی بھی ہو، عطارہ کی بھی ہو، دودھ، گھی، غلہ وغیرہ کی بھی ہو، وہاں ڈاکٹر یا حکیم بھی ہو، معمار ومستری بھی ہو، اور وہاں ڈاک خانہ بھی ہو، اور پولیس کا تھانہ یا چوکی بھی ہو۔ اور اس میں مختلف محلے مختلف ناموں سے موسوم ہوں۔ جس میں یہ شرائط موجود ہوں وہاں جمعہ صحیح ہو گا ورنہ نہیں۔ قلت اقمت البولیس مقام الوالی لرجوع الناس الیہ فی الحوادث۔ (۸ رمضان ۴۵ھ)

فتاوی محمودیہ:۸/۶۴، ط: فاروقیہ

تحریر اکابر سے جو کچھ مستفاد ہے وہ یہ ہے کہ (جمعہ کے لیے) ایسی بستی ہونی چاہیے جو حوائج اصلیہ کے لیے جامع ہو۔ وہاں گلی کوچے ہوں، محلے ہوں، ضروریات ہمیشہ ملتی ہوں، حکیم یا ڈاکٹر ہو، ڈاکخانہ ہو، حاکم یا پنچایت کا انتظام ہو، ضروری پیشہ ور

ہوں، آس پاس کے دیہات والے اپنی ضروریات وہاں سے پوری کرتے ہوں، محض مردم شماری پر موقوف نہیں۔ یہ جملہ امور پہلے تین چار ہزار کی آبادی میں موجود ہوتے تھے، اب تمدن تیزی سے بڑھ رہا ہے اس سے کم میں بھی یہ چیزیں موجود ہو جاتی ہیں۔ اگر وہاں یہ سب چیزیں موجود ہیں تو جمعہ صحیح و درست ہے۔ ملخصاً۔

امداد الاحکام:۱/۷۸۶

دراصل فناوہ ہے جو آبادی یعنی سکونت کی ضروریات سے ہو، کیونکہ کچھ ضروریات اہل بلد کی بلد میں پوری نہیں ہو سکتیں وسعت نہ ہونے وغیرہ کی وجہ سے۔ اس لیے آبادی سے باہر ان ضروریات کے لیے جگہ مقرر کی جاتی ہے۔ اور اس جگہ کو ایک قسم کی آبادی سمجھا جاتا ہے۔ لہذا وہ ملحق بالبلد ہو کر اقامت جمعہ کا محل ہو جاتی ہے۔ پس ضروریات سے خاص وہ ضروریات مراد ہیں جو متعلق بالسکنی ہوں۔ سب ضروریات مراد نہیں۔ ورنہ تمام کھیت، باغات اور لکڑیوں کے جنگل وغیرہ کا فنا میں داخل ہونا لازم آتا ہے۔ ولا قائل بہ۔

امداد الفتاوی:۱/۴۱۷

اگر کوئی آبادی ایسی ہو کہ اہل عرف اس کے مجموعہ اجزاء کو باوجود کسی قدر فصل کے ایک آبادی سمجھتے ہوں وہاں مجموعہ کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن صرف ایک نام ہونا کافی نہیں، کیونکہ ضلع و قسمت کا نام بھی ایک ہی ہوتا ہے، بلکہ وحدت تسمیہ کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ اس کو ایک آبادی سمجھتے ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔والله تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح
بندہ محمد ... عفی عنہ
محمد نوید خان عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ عبداللہ بن عمر، لاہور

دارالافتاء جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور
فتویٰ نمبر ۲۷/۵
مورخہ ۲۳/۱۱/۲۳

محمد طارق محمود عفی عنہ
محمد طارق محمود عفی عنہ
دارالافتاء جامعہ عبداللہ بن عمر لاہور
۲۰ ذی الحجہ ۱۴۴۳ھ
۲۰ جولائی ۲۰۲۲ء